

# طاغوت

تعریف، اقسام اور تشریح

تالیف:

فضیلہ شیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ

نظر ثانی:

ابو عمیر السلفی

ترجمہ:

عبدالکبیر عبدالقوی مبارکپوری

# طاغوت

(تعريف، اقسام، تشریح)

مصنف

فضيلة الشيخ محمد بن صالح العثيمين رحمه الله عليه

ترجمہ

عبدالكبير عبدالقوي مبارکپوری

طارق علی بروہی

نظر ثانی، تبویب و تصحیح

الشيخ ابو عمير السلفي حفظه الله

## انتباہ

کتاب ہذا، آن لائن کتاب ہے جو ویب سائٹ ٹرو منہج پر دی گئی ہے اس کتاب کو خصوصی طور پر انٹرنیٹ اور پرنٹ میڈیا پر رکھنے کے لئے مرتب کیا گیا ہے تاکہ اس کی نشر و اشاعت ہو سکے چونکہ اس کتاب کو مفت آن لائن تقسیم کیا جا رہا ہے لہذا اس کی ذاتی یا تبلیغی مقاصد کے لئے پرنٹ، فوٹوکاپی اور الیکٹرانک ذریعہ سے محض اس کے مندرجات نشر کرنے کی اجازت مرحمت کی جاتی ہے لیکن منافع کمانے کے لئے چھاپنے (پبلش کرنے) کی اجازت ہر گز نہیں الایہ کہ اصل پبلشر سے پیشگی اجازت طلب کی جائے اور اس کی اجازت دے دی جائے۔

قارئین سے گزارش ہے کہ دستیاب وسائل بروئے کار لانے اور ممکنہ احتیاط برتنے کے باوجود انسانی کوتاہی کا امکان بہر حال موجود رہتا ہے چنانچہ کمپوزنگ یا سیٹنگ کے سلسلے میں تمام احتیاطی تدابیر کے باوجود بھی اگر کوئی کوتاہی سامنے آتی ہے تو ہم اللہ سے معافی کے طلبگار ہوں گے اور ان احباب کے حد درجہ ممنون و مشکور ہوں گے، جو ہمیں اس پر مطلع فرمائیں گے، تاکہ اس میں اصلاح ہو سکے۔ اللہ اسے ہر مسلمان کے لئے ذریعہ نجات بنائے۔ آمین!

والسلام

ٹرو منہج ڈاٹ کام

## فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون
3	(1) طاغوت کا انکار واجب ہے
4	(2) طاغوت کی تعریف
8	(3) طاغوت کے پانچ بڑے سردار
11	(4) غیر الہی قانون کو اپنانے والے کے ایمان کی نفی
15	(5) آیت تحکیم کی تفسیر
16	(6) قضیہ معینہ اور تشریع عام میں فرق

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على من أرسله الله رحمة للعالمين، وعلى آله وصحبه  
وإخوانه إلى يوم الدين، أما بعد :

### طاغوت کا انکار واجب ہے

شیخ محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ اپنے مشہور رسالے "الأصول الثلاثة" میں فرماتے ہیں: نوح سے  
لے کر محمد ﷺ تک اللہ تعالیٰ نے ہر امت کی طرف ایک رسول بھیجا۔ جو انہیں اللہ وحدہ کی عبادت کا حکم دیتے  
اور انہیں طاغوت کی عبادت سے روکتے تھے۔ دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللَّهُ  
وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلَالَةُ ۚ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ  
الْمُكَذِّبِينَ ﴿٣٦﴾

”اور ہم نے ہر جماعت میں پیغمبر بھیجا کہ اللہ ہی کی عبادت کرو اور طاغوت سے اجتناب کرو۔ تو ان میں  
بعض ایسے ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی اور بعض ایسے ہیں جن پر گمراہی ثابت ہوئی۔ سو زمین پر چل پھر کر  
دیکھ لو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا“ (سورہ النحل، آیت: 36)

اللہ تعالیٰ نے تمام بندوں کے اوپر فرض کیا ہے کہ وہ طاغوت کا انکار کریں اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لائیں۔  
امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ (جس کی عبادت، اتباع یا اطاعت کی جارہی ہو اور اس کے تنہیں  
بندہ اس کی حد سے تجاوز کر جائے تو وہ طاغوت ہے)

شیخ محمد بن صالح العثیمین رحمۃ اللہ علیہ اس کی تشریح میں فرماتے ہیں:

یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا جو انہیں اللہ وحدہ کی دعوت دیتا اور انہیں شرک سے منع کرتا تھا۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَإِنْ مِنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ﴾ (24)

”بے شک ہم نے آپ کو سچا دین دے کر خوشخبری اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور کوئی امت نہیں گزری مگر اس میں ایک ڈرانے والا گزر چکا ہے“ (سورہ الفاطر، آیت: 24)

اور فرمایا:

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنْ أَعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّغُوتَ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللَّهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلَالَةُ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عُقْبَةُ الْكَذَّابِينَ﴾ (36)

”اور ہم نے ہر جماعت میں پیغمبر بھیجا کہ اللہ ہی کی عبادت کرو اور طاغوت سے اجتناب کرو۔ تو ان میں بعض ایسے ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی اور بعض ایسے ہیں جن پر گمراہی ثابت ہوئی۔ سوزمین پر چل پھر کر دیکھ لو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا“ (سورہ النحل، آیت: 36)

اور یہی (لا الہ الا اللہ) کا مفہوم ہے۔ اس سے شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی مراد یہ ہے کہ اللہ وحدہ لا شریک لہ کی عبادت اور طاغوت سے پرہیز کے بغیر توحید مکمل نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنے بندوں پر فرض کیا ہے۔

### طاغوت کی تعریف

”طاغوت“ طغیان سے ماخوذ ہے۔ حد پھلانگ جانے کو طغیان کہتے ہیں۔ اسی معنی میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿إِنَّا لَمَّا طَغَى الْمَاءُ حَمَلْنَا كُمْ فِي الْجَارِيَةِ﴾ (الحاقة: ۱۱)

”ہم نے جب کہ پانی حد کو پھلانگ گیا تو تم کو کشتی میں سوار کیا“



یعنی جب پانی طبعی حد سے زیادہ ہو گیا تو ہم نے تم لوگوں کو کشتی میں اٹھالیا۔  
**”طاغوت“** کی سب سے درست اصطلاحی تعریف وہی ہے جو امام ابن القیم رحمہ اللہ نے ذکر کی ہے۔  
 یعنی ”ہر وہ شخص جس کی عبادت یا اتباع یا اطاعت کی جارہی ہو اور اس کے تئیں بندہ اس کی حد سے تجاوز کر جائے تو وہ طاغوت ہے۔“ امام ابن القیم رحمہ اللہ کی ایسے تینوں شخصوں سے مراد غیر صالح لوگ ہیں، ورنہ صالح لوگ طاغوت نہیں ہیں۔ چاہے وہ پوجے جارہے ہوں، یا ان کی اتباع اور اطاعت کی جارہی ہو۔ لہذا وہ بت جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ پوجے جارہے ہوں طاغوت ہیں۔

علماء سوء جو کفر و ضلالت کی دعوت دے رہے ہوں، یا بدعت یا حرام کو حلال یا حلال کو حرام کرنے کی دعوت دے رہے ہوں طاغوت ہیں۔ اور وہ لوگ بھی جو اپنے در آمد شدہ مخالف اسلام نظام کے ذریعہ حاکموں کے لئے شریعت اسلامی سے باہر ہو جانے کا جواز فراہم کرتے ہوں، طاغوت ہیں۔ کیوں کہ یہ تمام لوگ اپنی حد سے آگے نکل گئے ہیں۔ ایک عالم کی حد یہ ہے کہ وہ نبی ﷺ کے لائے ہوئے احکام کا متبع ہو۔ اس لئے کہ علماء ہی حقیقتاً انبیاء کے وارث ہیں۔ وہ انبیاء سے علم، اخلاق، دعوت اور تعلیم کی شکل میں وراثت پاتے ہیں۔ اگر وہ اس حد سے آگے نکل جائیں اور حکام کے لئے اس طرح کے نظاموں سے شریعت اسلام سے باہر ہو جانے کا جواز فراہم کرنے لگیں تو وہ طاغوت ہیں۔ کیوں کہ اتباع شریعت کی جس حد میں رہنا ان کے لئے واجب تھا وہ اس سے آگے نکل گئے۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ نے فرمایا ہے (یا جس کی اطاعت کی جارہی ہو) تو اس سے وہ ایسے حکام مراد لے رہے ہیں جن کی شرعی طور پر یا حیثیت اور مرتبہ کے لحاظ سے اطاعت کی جاتی ہے۔ حکام کی شرعی طور پر اس صورت میں اطاعت کی جائے گی جب کہ وہ ایسے امور کا حکم دیتے ہوں جو اللہ اور رسول کے حکم کے خلاف نہ ہوں۔ ایسی صورت میں ان کو طاغوت کہنا صحیح نہیں ہوگا بلکہ رعایا پر سمع و طاعت واجب ہوگی، اور حقیقت میں یہ اللہ تعالیٰ کی ہی اطاعت ہوگی۔ اس لئے مناسب ہے کہ جب ہم حاکم اور والی کی طرف سے اپنے اوپر عائد کسی حکم کا نفاذ کریں تو یہ ملحوظ رکھیں کہ ہم اس طرح اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے اور اس کا قرب حاصل کرتے ہیں۔ ایسا خیال رکھنے سے یہ ہوگا کہ اس حکم کے لئے ہماری پابندی اللہ تعالیٰ کے تقریب کا ذریعہ بن جائے گی، ایسا خیال اس لئے رکھنا چاہئے کیوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ) (النساء: ۵۹)

”اے ایمان والو! تم اللہ کا کہنا مانو اور رسول کا کہنا مانو اور تم میں جو لوگ اہل حکومت ہیں ان کا بھی۔“

حیثیت کے لحاظ سے اطاعت یہ ہے کہ اگر حکام اور امراء اپنی حکومت میں طاقتور ہوں تو لوگ ایمانی جذبے کے تحت نہیں تو قوتِ حکومت کی وجہ سے ہی ان کی اطاعت کرتے ہیں۔ کیوں کہ اطاعتِ حکام ایمانی جذبے کے تحت بھی ہو جاتی ہے اور قوتِ حکومت کی وجہ سے بھی۔ ایمانی جذبے کے تحت ہو تو یہی اطاعت کار آمد ہے، حکام کے لئے بھی اور عوام کے لئے بھی۔ اور جو طاعت خوفِ حکومت کے تحت ہوتی ہے تو وہ اس وجہ سے کہ حکومت طاقتور ہے۔ لوگ اس سے اس لئے ڈرتے ہیں کہ وہ اپنی مخالفت کرنے والوں کو سزائیں دیتی ہے۔

اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ اس مسئلے میں حکام کے ساتھ لوگوں کے کئی حالات ہیں:

### اول

یہ کہ جذبہ ایمانی اور خوفِ سلطانی دونوں قوی ہوں۔ یہ سب سے مکمل اور عمدہ حالت ہے۔

### دوم

یہ کہ جذبہ ایمانی اور خوفِ سلطانی دونوں ضعیف ہوں۔ معاشرے کے لئے یہ سب سے کمتر اور خطرناک حالت ہے۔ حکام کے لئے بھی رعایا کے لئے بھی۔ کیوں کہ جب جذبہ ایمانی اور خوفِ سلطانی دونوں کمزور ہوں گے تو فکری، اخلاقی اور عملی بگاڑ پیدا ہو جائے گا۔

### سوم

یہ کہ جذبہ ایمانی ضعیف اور خوفِ سلطانی قوی ہو۔ یہ درمیانی درجہ ہے۔ کیوں کہ جب خوفِ سلطانی قوی ہوگا تو ظاہر میں امت کے لئے بھلائی کا سبب ہوگا۔ اگر حکومت کا خوف بھی نہ رہ جائے تو نہ پوچھو کہ امت کی حالت اور اس کی بد عملی کا کیا حال ہوگا؟

### چہارم

یہ کہ جذبہ ایمانی قوی ہو اور خوفِ سلطانی ضعیف ہو تو امت کا ظاہری حال تیسری حالت سے دگرگوں ہوگا۔ لیکن انسان اور اس کے رب کے درمیان حالات اچھے اور کامل ہوں گے۔

ایک اور مقام پر شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ، حافظ ابن القیم رحمہ اللہ کی اس تعریف کہ "الطاغوت:

ما تجاوز به العبد حده من متبوع، او معبود، او مطاع وهو راضیا بذلك



" [طاغوت ہر وہ بندہ ہے جو اپنی حد سے بطور متبوع (جس کی اتباع کی جاتی ہے) یا معبود یا مطاع (جس کی اطاعت کی جاتی ہے) تجاوز کر جائے اور وہ اس سے راضی بھی ہو] کے تحت فرماتے ہیں:

یا انہیں طاغوت، ان کی عبادت یا اتباع یا اطاعت کرنے والوں کے لحاظ کہا گیا ہے بایں صورت کہ اگر وہ اس سے راضی نہ ہوں۔ کیونکہ اس عبادت یا اطاعت گزار نے حد سے تجاوز کیا کہ اسے اس کی حقیقی قدر و منزلت جو اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائی ہے، سے بڑھا دیا۔ لہذا اس کی اس معبود کی عبادت یا اس متبوع کی اتباع یا اس مطاع کی اطاعت طغیان ہے کہ جس کے ذریعہ وہ حد سے تجاوز کر گیا۔ ان کی مثالیں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

متبوع کی مثال جیسے: کاہن، جادوگر اور علماء سوء [1]۔

معبود کی مثال جیسے: بت، اضمائم۔

مطاع کی مثال جیسے: ایسے حکام جو اطاعت الہی سے خارج ہیں۔

اگر انسان انہیں ارباب من دون اللہ (اللہ کے علاوہ رب) بناتا ہے اس طور پر کہ وہ اللہ کی حرام کردہ کو محض ان کے حلال کرنے کی وجہ سے حلال کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ کو محض ان کے حرام کرنے کی وجہ سے حرام کرتا ہے تو یہ طواغیت ہیں۔ یعنی فاعل طاغوت کے تابع ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِّنَ الْكِتَابِ يُؤْمِنُونَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوتِ (النساء: 51)

”کیا آپ نے ان لوگوں کی طرف نہیں دیکھا جنہیں کتاب میں سے کچھ حصہ دیا گیا پھر بھی وہ بتوں اور طاغوت پر ایمان لاتے ہیں۔“ یہ نہیں فرمایا کہ یہ خود طواغیت ہیں۔

(القول المفید علی کتاب التوحید ص 21 ط دار ابن الجوزی)

## طاغوت کے پانچ بڑے سردار

پھر شیخ محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ حافظ ابن القیم رحمہ اللہ کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ :  
**طاغوت** (طاغوت کی جمع ہے) بہت ہیں جن میں سے بڑے بڑے پانچ یہ ہیں:

### 1۔ ابلیس (لعنة الله عليه)

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "ابلیس" وہ شیطان ہے جو راندہ درگاہ ہوا۔ جس پر لعنت کی گئی اور جس سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

(وَإِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِي إِلَى يَوْمِ الدِّينِ) (ص: ۷۸)  
 ”بے شک تم پر قیامت کے روز تک میری لعنت ہے“

”ابلیس“ فرشتوں کے ساتھ ان کی صحبت میں رہ کر انہیں کی طرح عمل کرتا تھا۔ جب آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا تو جو خباثت، انکار اور غرور اس میں تھا ظاہر ہو گیا۔ چنانچہ اس نے انکار کر دیا، تکبر کا شکار ہوا اور کافر بن گیا۔ لہذا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کر دیا گیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

(وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ أَبَىٰ وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ)  
 (البقرة: ۳۴)

”اور جس وقت ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کے لئے سجدہ میں گر جاؤ تو سب سجدہ میں گر گئے بجز ابلیس کے، اس نے کہنا نہ مانا اور غرور میں آگیا، اور کافروں میں سے ہو گیا“

## 2- وہ جس کی عبادت کی جاتی ہو اور وہ اس کو پسند کرتا ہو

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یعنی اللہ تعالیٰ کے علاوہ جس کی عبادت کی جا رہی ہو اور اسے پسند ہو کہ وہ اللہ کے علاوہ پوجا جائے، ایسا شخص بھی (نعوذ باللہ) ایک بڑا طاغوت ہے۔ چاہے وہ اپنی زندگی میں پوجا جا رہا ہو یا اپنی موت کے بعد، اور وہ جب مرا تو وہ اس بات سے راضی تھا۔

## 3- وہ جو لوگوں کو اپنی عبادت کی دعوت دیتا ہو

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یعنی وہ جو دوسروں کو اپنی عبادت کی دعوت دیتا ہو اگرچہ لوگ اس کی عبادت نہ کرتے ہوں، تو وہ بھی سردار ان طاغوت میں سے ہے۔ چاہے اس کی دعوت قبول کی گئی ہو یا نہ کی گئی ہو۔

## 4- وہ جو علم غیب کا ذرا سا بھی دعویٰ کرتا ہو

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جو چیز انسان کے علم و ادراک سے غائب اور اوچھل ہو وہ "غیب" ہے۔ غیب کی دو قسمیں ہیں:

حال اور مستقبل: "غیب حال" ایک نسبتی علم ہے، کسی کو معلوم ہوتا ہے کسی کو نہیں، اور غیب مستقبل حقیقی علم ہے جو اللہ وحدہ کے علاوہ کسی کو معلوم نہیں، لیکن ان رسولوں کو معلوم ہو جاتا ہے جنہیں کہ اللہ تعالیٰ اطلاع دے دیتا ہے۔ لہذا جو غیب مستقبل کے علم کا دعویٰ کرتا ہے وہ کافر ہے۔ کیوں کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

(قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ)  
(النمل: 65)

”آپ کہہ دیجئے کہ جتنی مخلوقات آسمانوں اور زمین میں موجود ہیں کوئی بھی غیب کی بات نہیں جانتا بجز اللہ کے۔ ان کو یہ بھی خبر نہیں کہ وہ کب دوبارہ زندہ کئے جائیں گے“

جب اللہ تعالیٰ اپنے نبی محمد ﷺ کو حکم دے رہا ہے کہ آپ ﷺ سرعام اس بات کا اعلان کر دیں کہ آسمان اور زمین میں رہنے والا کوئی بھی سوائے اللہ کے غیب نہیں جانتا، تو جو علم غیب کا دعویٰ کرے وہ اس قرآنی خبر میں اللہ اور اس کے رسول کو جھٹلاتا ہے۔

ہم ان سے کہتے ہیں کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ تم تو غیب جانو اور نبی ﷺ غیب نہ جانیں؟ کیا تم زیادہ شرف والے ہو یا رسول اللہ ﷺ؟ اگر کہتے ہیں کہ ہم رسول سے زیادہ شرف والے ہیں تو ایسے کفریہ قول کی وجہ سے وہ کافر ہیں۔ اور اگر کہتے ہیں کہ رسول زیادہ شرف والے ہیں، تو ہم کہیں گے کہ تب غیب ان سے کیوں پوشیدہ رہا اور تم اسے جان گئے؟ اللہ تعالیٰ نے اپنے بارے میں فرمایا ہے:

(عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا. إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ فَإِنَّهُ يَسْلُكُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ رَصَدًا) (الجن: ۲۷۶)

”غیب کا جاننے والا وہی ہے سو وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا۔ ہاں مگر اپنے کسی برگزیدہ پیغمبر کو۔ تو اس پیغمبر کے آگے اور پیچھے محافظ فرشتے بھیج دیتا ہے“

### 5- جو اللہ کی نازل کردہ شریعت کے مطابق فیصلہ نہ کرتا ہو

شیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ شریعت کے مطابق فیصلہ کرنا توحید ربوبیت میں سے ہے۔ کیوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے اس حکم کا نفاذ ہے جو اس کی ربوبیت، اس کی مکمل ملکیت اور تصرف کا مقتضی ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو اتباع کرنے والوں کا رب کہا ہے، جن کی اتباع اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ قوانین کے خلاف کی جاتی ہے۔

فرمایا:

(اتَّخَذُوا أَهْبَارَهُمْ وَرُهَبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَهًا وَاحِدًا إِلَّا إِلَهُ إِلَّا هُوَ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ) (التوبة: ۳۱)

”انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے علماء اور مشائخ کو رب بنا رکھا ہے اور مسیح ابن مریم کو بھی۔ حالانکہ ان کو صرف یہ حکم کیا گیا ہے کہ فقط ایک معبود کی عبادت کریں جس کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں، وہ ان کے شرک سے پاک ہے“

اللہ تعالیٰ نے متبوعین کو رب کا نام دیا کیوں کہ متبعین نے انہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ قانون ساز بنا لیا تھا، اور متبعین کو پجاری کا نام دیا ہے کیوں کہ انہوں نے متبوعین کے سامنے ذلت کا اظہار کیا اور اللہ کے حکم کے خلاف ان کی اطاعت کی۔

عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے کہا تھا: ”حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے ان کی عبادت نہیں کی تھی۔“ تو نبی ﷺ نے فرمایا تھا: ”کیوں نہیں، انہوں نے ان کے لئے حلال کو حرام اور حرام کو حلال کیا اور لوگوں نے ان کی اتباع کی، یہی ان کی طرف سے ان کی عبادت تھی“ (رواہ الترمذی وحسنہ، کتاب التفسیر سورة التوبة، 262/5).

## غیر الہی قانون کو اپنانے والے کے ایمان کی نفی کی گئی ہے

جب یہ سمجھ گئے تو جان لو کہ جو اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلہ نہیں کرتا اور چاہتا ہے کہ غیر اللہ اور غیر رسول سے فیصلہ کرائے، تو ایسے شخص کے سلسلے میں کئی آیات ہیں، جو اس کے ایمان کی نفی کرتی ہیں۔ کئی اور آیات ہیں جو اس کے لئے کفر، ظلم اور فسق کو بھی ثابت کرتی ہیں۔

### پہلی قسم کی آیت:

(الْمُ تَرِ إِلَى الَّذِينَ يَرْعُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَنْ يَتَحَكَّمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوا أَنْ يَكْفُرُوا بِهِ وَيُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُضِلَّهُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا. وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَى مَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَإِلَى الرَّسُولِ رَأَيْتِ الْمُنَافِقِينَ يَصُدُّونَ عَنْكَ صُدُودًا. فَكَيْفَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ ثُمَّ جَاءُوكَ يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ إِنَّ

أَرَدْنَا إِلَّا إِحْسَانًا وَتَوْفِيقًا. أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَعْلَمُ اللَّهُ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَهُمْ فِي أَنْفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيغًا. وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا. فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا) (النساء: ۶۰-۶۵)

’کیا آپ نے انہیں نہیں دیکھا؟ جن کا دعویٰ تو یہ ہے کہ جو کچھ آپ پر اور جو آپ سے پہلے اتارا گیا ہے اس پر ان کا ایمان ہے، لیکن وہ اپنے فیصلے طاغوت کی طرف لے جانا چاہتے ہیں حالانکہ انہیں حکم دیا گیا ہے کہ اس کا انکار کریں، اور شیطان تو یہ چاہتا ہے تمہیں بہکا کر دور کی گمراہی میں ڈال دے۔ ان سے جب کبھی کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ کلام کی اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آؤ تو آپ دیکھ لیں گے کہ یہ منافق آپ سے منہ پھیر کر کے جاتے ہیں۔ پھر کیا بات ہے کہ جب ان پر ان کے کر توت کے باعث کوئی مصیبت آپڑتی ہے تو پھر یہ آپ کے پاس آ کر اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ ہمارا ارادہ تو صرف بھلائی اور میل ملاپ ہی کا تھا۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کے دلوں کا بھید اللہ تعالیٰ پر بخوبی روشن ہے آپ ان سے چشم پوشی کیجئے، انہیں نصیحت کرتے رہئے اور انہیں وہ بات کہئے جو ان کے دلوں میں گھر کرنے والی ہو۔ ہم نے ہر رسول کو صرف اس لئے بھیجا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی فرمانبرداری کی جائے اور اگر یہ لوگ جب انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا، تیرے پاس آ جاتے اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے لئے استغفار کرتے تو یقیناً یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو معاف کرنے والا مہربان پاتے۔ سو قسم ہے تیرے رب کی! یہ مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ تمام آپس کے اختلاف میں آپ کو حاکم نہ مان لیں، پھر جو فیصلے آپ ان میں کر دیں ان سے اپنے دل میں کسی طرح کی تنگی اور ناخوشی نہ پائیں اور فرمانبرداری کے ساتھ قبول کر لیں اللہ تعالیٰ نے مدین ایمان کی، جو کہ حقیقت میں منافق ہیں چند صفتیں بیان کی ہیں:

پہلی:

یہ کہ وہ لوگ چاہتے ہیں کہ طاغوت سے فیصلہ کرائیں، اور طاغوتی فیصلہ ہر وہ فیصلہ ہے جو اللہ اور رسول کے حکم کے خلاف ہو۔ یہی اس ذات کے حکم کے ساتھ طغیان اور سرکشی ہے جس کو کہ اختیار فیصلہ ہے اور جس کی طرف تمام معاملات لوٹیں گے۔

یعنی اللہ تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

(أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ تَبَارَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ) (الاعراف: ۵۴)

”یاد رکھو اسی کے لئے خاص ہے خالق ہونا اور حاکم ہونا۔ بڑی خوبیوں سے بھرا ہے اللہ رب العالمین“

دوسری:

یہ کہ ان کے اپنے کرتوت سے کوئی مصیبت ان پر آتی ہے۔ (ان کے کرتوت کا کھل جانا بھی ان کے لئے ایک مصیبت ہے)۔ تو قسمیں کھانے لگتے ہیں کہ انہوں نے اچھائی اور بھلائی ہی چاہی تھی۔ جیسے آج کچھ لوگ احکام اسلام کو چھوڑتے اور مخالف اسلام قوانین کو یہ کہہ کر اپناتے ہیں کہ یہی بھلائی اور زمانے کے حالات کے موافق ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ صفات کے حامل ایمان کے دعویٰ داروں کو خبردار کیا ہے کہ جو کچھ ان کے دل میں ہے اور جو کچھ وہ اپنے قول کے خلاف چھپا رہے ہیں اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ وہ انہیں سمجھائیں اور ان سے ان کے بارے میں کارگر بات کہیں۔ پھر بیان فرمایا ہے کہ رسولوں کے بھیجنے میں حکمت یہ ہے کہ انہیں کی اتباع اور انہیں کی اطاعت کی جائے، ان کے علاوہ کسی آدمی کی نہیں۔ چاہے اس کی عقل و فکر کتنی ہی بلند اور اس کی معلومات کتنی ہی وسیع ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی اس ربوبیت کی قسم کھائی ہے، جو اس کے رسول کے تئیں ایک خاص قسم کی ربوبیت ہے اور جس میں آپ کی رسالت کی سچائی کی طرف اشارہ ہے۔

اس ربوبیت کی پختہ قسم کھائی گئی ہے کہ ایمان تین باتوں کے بغیر صحیح نہیں ہو سکتا۔

اول

ہر نزاع کا فیصلہ اللہ کے رسول کے یہاں ہو۔

دوم

دل اس فیصلے کو بخوشی قبول کریں اور اس سے طبیعت میں کوئی تنگی و ہچکچاہٹ نہ ہو۔

سوم

رسول جو فیصلہ فرمادیں اس کو کسی سستی اور بے رخی کے بغیر قبول کر کے نافذ کیا جائے اور سر تسلیم

ختم کر دیا جائے۔



دوسری قسم کی آیت:

(وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ) (المائدة: ۴۴)

”اور جو شخص اللہ کی نازل کردہ شریعت کے موافق فیصلہ نہ کرے سوائے لوگ کافر ہیں“  
اور فرمایا:

(وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ) (المائدة: ۴۵)

”اور جو شخص اللہ کی نازل کردہ شریعت کے موافق فیصلہ نہ کرے سوائے لوگ ظالم ہیں“  
اور فرمایا:

(وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ) (المائدة: ۴۷)

”اور جو شخص اللہ کے نازل کردہ حکم کے موافق فیصلہ نہ کرے سوائے لوگ فاسق ہیں“

کیا یہ تینوں صفتیں ایک ہی موصوف کی ہیں؟ اس معنی میں کہ جو اللہ کے نازل کردہ قوانین کے مطابق فیصلہ نہیں کرتا وہ کافر، ظالم اور فاسق ہے؟ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لئے ظلم اور فسق دونوں صفتیں بیان کی ہیں۔ فرمایا:

(وَالْكَافِرُونَ هُمُ الظَّالِمُونَ) (البقرة: ۲۵۴)

”کافر لوگ ہی ظالم ہیں“

اور فرمایا: (إِنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَمَاتُوا وَهُمْ فَاسِقُونَ) (التوبة: ۸۴)

”بے شک جنہوں نے اللہ اور رسول کے ساتھ کفر کیا اور مر گئے وہی فاسق ہیں“

لہذا کافر، ظالم اور فاسق ہے۔ یا یہ کہ یہ اوصاف اللہ کے قوانین کے مطابق فیصلہ نہ کرنے پر ابھارنے والے جذبہ کے لحاظ سے دو موصوف کے ہوں۔ میرے نزدیک یہی زیادہ صحیح ہے۔ واللہ اعلم

## آیت تحکیم کی تفسیر

ہم کہتے ہیں: جو شخص قوانین الہی کو بے قدر یا حقیر سمجھ کر یا یہ اعتقاد رکھ کر کہ دوسرے قوانین مخلوق کے حق میں زیادہ اصلاح کار، نفع بخش یا قوانین الہی جیسے ہی ہیں، ان کے ذریعہ فیصلہ نہیں کرتا، وہ کافر اور ملت سے خارج ہے۔ انہیں میں ان لوگوں کا بھی شمار ہے جو لوگوں کے لئے ایسے قوانین وضع کرتے ہیں جو شریعت اسلام کے مخالف ہوتے ہیں۔ ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگ انہی کے وضع کردہ قوانین کو اختیار کریں۔ انہوں نے یہ مخالف اسلام قوانین اس اعتقاد کے ساتھ ہی تو بنائے ہیں کہ یہ مخلوق کے لئے زیادہ اصلاح کار اور زیادہ سود مند ہیں۔ کیوں کہ یہ بالکل کھلی ہوئی، معقول اور فطری بات ہے کہ انسان ایک راستے کو چھوڑ کر دوسرا راستہ یہی سمجھ کر اپناتا ہے کہ دوسرا پہلے سے افضل ہے۔

اور جو قوانین الہی کے مطابق فیصلہ نہیں کرتا، لیکن اللہ تعالیٰ کے احکام کی نافرمانی بھی نہیں کرتا، انہیں حقیر نہیں سمجھتا اور نہ یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ دوسرا قانون مخلوق کے لئے حکم الہی سے زیادہ اصلاح کار یا حکم الہی جیسا ہے، بلکہ وہ قوانین الہی کے علاوہ کسی متبادل قانون کے مطابق فیصلہ صاحب معاملہ کے خوف یا رشوت وغیرہ دنیاوی فائدے کی غرض سے کرتا ہے تو وہ فاسق ہے، کافر نہیں ہے۔ اس کے فسق کے درجات فیصلہ اور وسائل فیصلہ کے پیش نظر مختلف ہوں گے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ان لوگوں کے سلسلے میں جنہوں نے احبار و رہبان کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ رب بنالیا تھا۔ فرمایا ہے کہ وہ دو طرح کے تھے:

"ایک تو وہ جنہیں علم تھا کہ احبار اور رہبان نے اللہ کے دین کو بدل دیا ہے، پھر وہ تبدیلی کے باوجود ان کی اتباع کرتے تھے۔ اور یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ حرام حلال ہو گیا اور حلال حرام ہو گیا ہے۔ وہ اپنے سرداروں کی اتباع میں ایسا کرتے تھے، حالانکہ انہیں معلوم تھا کہ انہوں نے رسولوں کے دین کی مخالفت کی ہے۔ پس یہ کفر ہے اور اس کو اللہ اور رسول نے شرک قرار دیا ہے۔

دوسرے وہ جن کا اعتقاد و ایمان حرام کو حلال کرنے اور حلال کو حرام کرنے کے سلسلے میں راست تھا۔ لیکن وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں احبار و رہبان کی اطاعت کرتے تھے۔ جیسے کہ مسلمان نافرمانیاں کرتا ہے اور اعتقاد رکھتا ہے کہ وہ نافرمانیاں ہیں۔ ایسے لوگ گنہگار ہیں۔"

## قضیہ معینہ اور تشریع عام میں فرق

وہ مسائل جو عام تشریع سمجھے جاتے ہیں، اور وہ متعین مسئلہ جس میں قاضی بغیر قانون الہی کے فیصلہ کرتا ہے، دونوں میں فرق ہے۔ کیوں کہ وہ مسائل جو عام تشریع ہیں ان پر مذکورہ تقسیم لاگو نہیں ہوتی، بلکہ وہ خالص پہلی قسم سے ہیں۔ کیوں کہ قانون ساز، جس نے مخالف اسلام قانون بنایا ہے اس اعتقاد کے تحت بنایا ہے کہ وہ بندوں کے حق میں اسلام سے زیادہ اصلاح کرے گا اور اس سے زیادہ فائدہ پہنچائے گا۔ جیسا کہ اس کی طرف اشارہ گزر چکا ہے [2]۔

یہ مسئلہ یعنی اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ حکم سے ہٹ کر فیصلہ کرنے کا مسئلہ، ایک ایسا عظیم مسئلہ ہے جس کے ذریعہ آج کے حکام آزمائش میں مبتلا ہیں۔ لہذا انسان پر واجب ہے کہ وہ ان کے پاس کسی ایسے معاملہ کا مقدمہ پیش کرنے میں جلد بازی نہ کرے جس کا انہیں حق نہ ہو یہاں تک کہ واضح ہو جائے کہ حق کیا ہے؟ کیوں کہ مسئلہ پر خطر ہے۔ (اللہ سے دعا ہے کہ وہ مسلمانوں کے لئے ان کے حکام کی اصلاح فرمائے) ایسے ہی جس کو اللہ تعالیٰ نے علم سے نوازا ہے اس کی ذمہ داری ہے کہ ایسے حکام سے یہ مسئلہ بیان کر دیں تاکہ ان پر حجت قائم ہو جائے اور صحیح راستہ واضح ہو جائے۔ پھر جسے ہلاک ہونا ہے دلیل جان کر ہلاک ہو، جسے زندہ رہنا ہے دلیل جان کر زندہ رہے، اس کو بیان کرنے کے سلسلے میں ہر گز اپنے آپ کو حقیر نہ سمجھے اور نہ کسی سے ڈرے۔ عزت تو اللہ، اس کے رسول اور مومنین کے لئے ہے۔

پھر شیخ محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس (قانون الہی کے مطابق فیصلہ اور طاعت کے انکار پر وجوب) کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

(لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللَّهِ فَقَدْ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ) (البقرة: ۲۵۶)

”دین میں کوئی زبردستی نہیں۔ ہدایت یقیناً گمراہی سے ممتاز ہو چکی ہے۔ لہذا جو شخص طاعت کا کفر کرے اور اللہ پر ایمان لائے تو اس نے بڑا مضبوط حلقہ تھام لیا“ اور یہی ”لا الہ الا اللہ“ کا مفہوم ہے۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: دین کے دلائل واضح اور روشن ہو جانے کے بعد دین پر کوئی زبردستی نہیں ہے۔ اسی لئے اس کے بعد فرمایا ہے (قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ) (ہدایت یقیناً گمراہی سے ممتاز ہو چکی ہے) جب ہدایت اور گمراہی دونوں الگ الگ واضح ہو گئی ہیں تو ہر شخص چھان بین کی زحمت سے بچ گیا ہے۔ لہذا ضروری ہے کہ وہ گمراہی کو چھوڑ کر ہدایت اختیار کرے۔

اور اللہ تعالیٰ نے "ایمان باللہ" سے پہلے "کفر بالطاعات" کو بیان فرمایا ہے۔ کیوں کہ شے کا کمال یہ ہے کہ ثوابت کے وجود سے پہلے رکاوٹیں ہٹا دی جائیں۔ اسی لئے کہا جاتا ہے: "التخلية قبل التحلية" (یعنی صفائی آرائش سے پہلے)۔

"عروة الوثقى" کو مضبوطی سے تھامنے کا مطلب ہے کہ اس کو مکمل طور پر گرفت میں لے لیا۔ پابدار حلقہ اسلام میں غور کرنے کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے (فَقَدْ اسْتَمْسَكَ) فرمایا: "تَمَسَّكَ" نہیں۔ کیوں کہ پہلے کا معنی دوسرے سے قوی ہے۔

(ماخوذ من شرح الاصول الثلاثة از شيخ محمد بن صالح العثيمين رحمه الله)

## حاشیہ

[1] علماء سوء جو کفر و ضلالت، شرک و بدعت اور اطاعت نبوی ﷺ کے مقابلے میں دوسروں کی پیروی و اطاعت کی دعوت دے رہے ہوں، یا حرام کو حلال یا حلال کو حرام کرنے کی دعوت دے رہے ہوں، وہ بھی طاغوت ہیں۔

[2] تشریع عام کے نفاذ پر تکفیر بارے درست اور فہم سلف پر مبنی قول یہی تفصیل والا ہے جسے شیخ ابن باز والبنی رحمہما اللہ نے اختیار فرمایا تھا اور علامہ ابن عثیمین رحمہ اللہ نے بھی اپنی وفات سے قبل تشریع عام پر مطلق تکفیر سے رجوع فرمالیا تھا جس کی تفصیل ہماری ویب سائٹ ٹرو منیج ڈاٹ کام پر

”مسئلہ تحکیم اور تکفیریوں کی تبلیغات کا علمی محاکمہ“ نامی کتابچے میں موجود ہے۔

جس میں ڈاکٹر مرتضیٰ حفظہ اللہ فرماتے ہیں: بعض سلفی علماء کرام، جیسے شیخ محمد بن ابراہیم آل الشیخ رحمہ اللہ اور شیخ صالح الفوزان حفظہ اللہ کی یہ دلیل کہ جس نے غیر شرعی قوانین جاری رکھے ہوئے ہیں لازم بات ہے کہ وہ انہیں شریعت سے بہتر سمجھتا ہے تبھی تو انہیں نافذ کئے رکھا ہے اور جو وضعی قوانین کو شریعت سے بہتر سمجھے وہ تو بالاتفاق کافر ہے، یہ دلیل کمزور اور بہت سے شرعی اصول و ضوابط کے برخلاف ہے کیونکہ ضروری نہیں کہ یہ لازم آئے اور لازم آنے کو بہر طور دلیل نہیں بنایا جاسکتا۔ اس کے جواب میں نکات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: ساتویں بات یہ کہ علامہ فقیہ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ نے اپنے اس قول سے رجوع کر لیا تھا کہ قوانین کے نفاذ سے افضل ہونے کا اعتقاد لازم آتا ہے۔ کیونکہ پہلے شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ بھی یہی سمجھتے تھے اور ان کا فتویٰ بھی ہے کہ تشریع عام کرنے والا حکمران کافر ہے، کفر اکبر میں مبتلا ہے۔ لیکن جب انہوں نے تحقیق کی اور دیکھا تو اپنی وفات سے پہلے اس قول سے رجوع فرمالیا تھا۔

ان دونوں اقوال کو ملاحظہ کیجئے۔

## پہلا قول

فرماتے ہیں کیونکہ جس نے ایسے قانون کو نافذ کیا جو اسلام کے خلاف ہے تو اس نے صرف اسی لئے کیا کہ اس کا عقیدہ ہے کہ یہ قانون جس کا اس نے نفاذ کیا، اسلام سے بہتر ہے، اور لوگوں کے لئے زیادہ فائدہ مند ہے۔ (فتاویٰ ابن عثیمین ج 2 ص 134) یہاں بھی وہی لازم کو دلیل بنایا ہے کہ جس نے ایسا کیا، لازمی طور پر اس کا عقیدہ یہی ہوگا۔

## دوسرا اور آخری قول

جس میں آپ نے رجوع فرمالیا تھا، سوال ہوا تھا (کہ جس کا مفہوم ہے) تشریع عام کرنے پر بھی حاکم کا عقیدہ مد نظر رکھا جائے گا یا نفاذ ہی سے کفر لازم ہو جائے گا؟ جواب میں شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا: ”۔۔۔ جہاں تک حکم بغیر ما نزل اللہ کا تعلق ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب عزیز میں تین اقسام میں تقسیم ہوا ہے: کفر، ظلم اور فسق، ان اسباب کے پیش نظر جن کی بنا پر یہ حکم کیا گیا ہے۔ پس اگر کوئی انسان اللہ کی نازل کی ہوئی شریعت کے علاوہ حکم کرتا ہے اپنی خواہش نفس کی پیروی کرتے ہوئے، جبکہ اسے اس بات کا علم حاصل ہے کہ حق تو وہی

ہے جو اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے، تو ایسا شخص کافر نہیں بلکہ فاسق اور ظالم کے درمیان ہے، لیکن اگر وہ ایک تشریع عام (عام قوانین ریاست) کے طور پر نافذ کرتا ہے جس پر عوام چلتی ہے اور وہ اپنی دانست میں یہ سمجھتا ہے کہ مصلحت کا یہی تقاضہ ہے اور اس پر امر کو مشتبہ کر دیا گیا ہے تو ایسا شخص بھی کافر نہیں ہوگا۔ کیونکہ بہت سے حکام ایسے ہیں جو شرعی علم سے جاہل ہیں اور جن لوگوں سے یہ بہت بڑا عالم سمجھ کر رابطہ رکھتے ہیں انہیں خود بھی حکم شرعی کا علم نہیں ہوتا نتیجتاً شریعت کی مخالفت ہو جاتی ہے۔ اور اگر وہ شرعی حکم جانتا ہے لیکن پھر بھی ان (وضعی قوانین) کے مطابق فیصلہ کرتا ہے اور اسے ایسے دستور یا آئین کی حیثیت دیتا ہے جس پر لوگ کاربند ہوں، تو ہم یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ اس معاملے میں وہ ظالم ہے۔

مگر اس حق کی وجہ سے جو قرآن و سنت کے ذریعے آیا ہم ایسے شخص کی تکفیر نہیں کر سکتے۔ ہم تو اسی کی تکفیر کر سکتے ہیں جو یہ نظریہ رکھتا ہے کہ لوگوں کے لئے زیادہ لائق ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی شریعت کے علاوہ حکم پر چلیں، یا یہ (خود ساختہ قانون) بھی شرعی حکم ہی کی طرح ہے تو ایسا شخص کافر ہے۔۔۔ "سماعت فرمائیں کیسٹ" التحریر فی مسألتہ التکفیر جو کہ اب کتابی شکل میں بھی دستیاب ہے اور یہی شیخ کا آخری قول ہے کیونکہ اس ریکارڈنگ کی تاریخ 1420/3/22ھ ہے اور شیخ کی وفات 1421ھ میں ہوئی رحمہ اللہ۔ (ط

-ع)

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ